ثمرین کنول
اسکالر پی ایچ ڈی، شعبہ اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر عطاالرحمٰن میو
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

نیلی بار میں اُردو غزل کی روایت

Samreen Kanwal
Ph.D Scholar, Department of Urdu, Lahore Garrison University, Lahore.
Dr. Atta-ur-Rehman Meo
Associate Professor, Department of Urdu, Lahore Garrison University, Lahore.

Urdu Ghazal Tradition in Blue Bar

The meaning of the Punjabi words five, Five more meaning of water of the Rivers. As if Punjab meant Land of Five Rivers, Narrator Chenab, Beas, Sutlej and the land of Jhelum. Punjab was named mention of these five rivers of Punjab also found in Rig Veda. Ten thousand years in the Indus Valley. Harappa is a historical place of Punjab. Punjab has been divided into five times: i) Bald Bar, ii) Sandal Bar, iii) Gondal Bar, iv) Hard Bar, v) Blue Bar. Bar literally means forest between the Sutlej and Ravi rivers. Albcities towns and villages. The area of the blue bar is called Blue bar of specific region, historical, political history reflects civilization and Islamic trends. The area between the Sutlej and Ravi rivers. They are green and lush. Because of the Blue Waters of the Sutlej river the area was named Blue Bar Ghazal is a reliable genre if Urdu Ghazal of Urdu poetry synonymous so it will not be necessary. Moulvi Noorul Hassan in Noor-ul-Lughaat. He writes about Ghazlas the literal meaning of ghazal is to talk to women in terms of those poems whose beauty and love carpentry and parting taste of desire Ja mine Madness etc., Somewhere about love the representative poets of the Blue Bar, will be mentioned in this article, among them are selected poets of Okara

Zafar Iqbal, Masood Okarvi among the selected poets of Sahiwal Syed Naveed, Haider Hashmi, Iftikhar Shafi , among the selected poets of Pak Pattan Sharif Sayed Younas Mateen, Among the selected poets of Vehari Fartash Syed, Zaeem Rasheed.

Key Words: *Poets, Punjabi, Rivers, Historical, Blue Bar, Region, Ghazal.*

پنجابی زبان کے لفظ پنج کے معنٰی "پانچ" اور آب کے معنٰی "دریا" کے ہیں۔ گویا پنجاب کا مطلب ہوا پانچ دریاؤں کی زمین۔ راوی، چناب، بیاس، ستلج اور جہلم کی سرزمین کو پنجاب کا نام دیا گیا۔ پنجاب کے ان پانچ دریاؤں کا ذکر رگ وید میں بھی ملتا ہے۔ دس ہزار سال انڈس ویلی کی معلوم میں ہڑپہ پنجاب کا تاریخی مقام ہے۔ ۵۵۰ قبل مسیح چندر گپت موریا خاندان کی بادشاہت تھی اور ٹیکسلا اُن کی سلطنت کا دارالحکومت تھا۔ اسی ٹیکسلا پر ۳۲۴ قبل مسیح، سکندر اعظم نے دریائے جہلم کے کنارے راجا پورس سے جنگ کی۔ ۷۱۲ء میں پنجاب ہی کے شہر ملتان تک محمد بن قاسم آئے۔

۱۵۲۶ء میں پنجاب پر مغل بادشاہت قائم ہوئی۔ مہاراجا رنجیت سنگھ نے ۱۷۹۹ء میں پنجاب کو اپنی راجدھانی بنایا۔ رنجیت سنگھ کے دورِ حکومت میں پنجاب پانچ دریاؤں کی سرزمین ہونے کے ساتھ ساتھ پانچ ڈویژنز میں تقسیم تھا۔ ان پانچ ڈویژنز میں لاہور راولپنڈی، ملتان، دہلی، جالندھر، کے علاوہ بہت سی ریاستیں بھی پنجاب میں شامل تھیں۔ پنجاب دیکھنے میں مکمل ڈھلانی صورت رکھتا ہے۔ سیّد محمد لطیف کہتے ہیں:

> "پنجاب کے بارے میں مشاہدہ کیا گیا ہے کہ یہ مکمل طور پر ڈھلانی میدان کی صورت میں نظر آتا ہے۔ یہ شمال کے بلند و بالا پہاڑوں سے جنوب کے ریتلے ریگستانوں تک جاتا ہے۔ ڈھلان باقاعدہ اور بتدریج ہے۔ اِسی وجہ سے اس کے بالائی حصے معتدل بلندی پر ہیں۔"[1]

۲۱ فروری ۱۸۴۹ء کو برطانوی افواج نے سکھوں کو گجرات کی لڑائی میں شکست دے دی۔ ۱۸۴۹ء میں انگریز پنجاب پر قابض ہوئے اور پنجاب کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کر دیا۔ پنجاب انگریزی حکومت میں سب سے آخر میں شامل ہوا۔ مختلف برطانوی ماہرینِ آثارِ قدیمہ نے اپنی تحقیقی کتب میں پانچ دریاؤں کی سرزمین بڑی تفصیل سے ذکر کیا۔ پنجاب ہی ہے جس نے بہت سے فوجی انگریز فوج میں شامل کرائے جو انگریزی حکومت کو دنیا بھر میں پھیلانے کا باعث بنے۔ ۱۹۴۷ء میں متحدہ ہندوستان کو جب دو ملکوں پاکستان اور بھارت میں تقسیم کیا گیا تو پنجاب کو بھی مشرقی پنجاب اور مغربی پنجاب میں تقسیم کر دیا گیا۔ مغربی پنجاب پاکستان میں شامل ہو گیا۔ یہ پانچ دریاؤں والی سرزمین آبادی کے لحاظ سے پاکستان کے سب سے بڑے صوبے پنجاب کو کہتے ہیں۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

پنجاب "پنج اور آب" سے وجود پذیر ہوا، یعنی پانچ دریاؤں کی سرزمین۔ یہ پانچ دریا ستلج، راوی، چناب، جہلم اور بیاس ہیں۔ تاریخی حوالے سے پنجاب ۵۰۰ قبلِ مسیح کے زمانے سے دنیا کے نقشے پر موجود ہے۔ ۱۸۴۹ء میں جب گجرات میں انگریزی افواج کے ہاتھوں سکھوں کو شکست ہوئی تو پنجاب انگریزی حکومت میں شامل ہو گیا۔ سیّد محمد لطیف اپنی کتاب "تاریخ پنجاب" میں رقم طراز ہیں:

"ہندوستان کی سلطنت کا شمال مغربی علاقہ پنجاب، اس کے نام کو فارسی زبان کے دو الفاظ پنج (پانچ) اور آب (پانی) سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہ نام دراصل اس کو پانچ دریاؤں کے باعث دیا گیا ہے جنھوں نے اس علاقہ پر نمایاں طبعی اثرات مرتب کیے ہیں۔"[۲]

۱۸۵۷ء میں انگریز برِصغیر کے مختارِ کل بن گئے تو اُنھوں نے ۱۹۰۱ء میں پنجاب میں نہری نظام قائم کیا۔ انگریزی دور میں شاندار نہری نظام بچھایا گیا تو مختلف نہروں کے ساتھ ساتھ کئی مواضعات اور چکوک آباد ہوئے۔ ان چکوک کے نام بھی نہروں اور مختلف دریاؤں سے نکلنے والی برانچز کو ذہن میں رکھ کر دیے گئے۔ اور پنجاب کو درج ذیل پانچ باروں میں تقسیم کر دیا گیا:

i۔ گنجی بار ii۔ ساندل بار iii۔ گوندل بار iv۔ کھڑانہ بار v۔ نیلی بار

i۔ گنجی بار:

دریائے ستلج اور دریائے بیاس کے زیریں علاقے کو گنجی بار کہتے ہیں۔ گنجی بار دریائے ستلج اور دریائے بیاس کے زیریں علاقوں سے دریائے راوی کی سمت جاتا ہے۔ بہاول نگر اور چشتیاں کے شہر، قصبات، چکوک اور مواضعات گنجی بار میں شامل ہیں۔

ii۔ ساندل بار:

ساندل بار دریائے راوی اور دریائے چناب کے درمیان کے شہروں، قصبات، چکوک اور مواضعات کو کہتے ہیں۔ ساندل بار "رچنا دوآب" میں واقع ہے۔ ساندل بار قریب قریب (مغرب سے مشرق) ۸۰ کلومیٹر چوڑائی اور (شمال سے جنوب) ۴۰ کلومیٹر لمبائی پر محیط ہے۔ ساندل پنجابی ہیرو دلا بھٹی کے دادا ہیں۔ اسی مناسبت سے یہ علاقہ "ساندل بار" کہلاتا ہے۔

iii۔ گوندل بار:

انگریزوں نے ۱۹۰۲ء میں نظامِ آب پاشی کا منصوبہ شروع کیا تو نہر لوئر جہلم کھود کر اس علاقے کی زمین

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

بھی سیر اب کی گئی۔ گوندل بار کے نام سے زمین کو ۱۵ چکوک میں تقسیم کر دیا گیا۔ چک نمبر ۱۵ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوئی، چک نمبر ۱۵ کو دفاعی اور تجارتی حوالے سے اہمیت حاصل تھی۔ پنجاب کے سکھ، ہندو اور مسلمان تاجر یہاں آباد ہو گئے۔

iv۔ کھڑانہ بار:

کھڑانہ بار کو کڑانہ بار بھی کہتے ہیں۔ کھڑانہ سرگودھا کے علاقے کو کہتے ہیں۔ اس علاقے میں زیادہ تر ملک اعوان قبیلے آباد ہیں اور ان کی زبان پنجابی اور سرائیکی کے امتزاج سے وجود پذیر ہے۔ یہ زبان سرگودھا اور جھنگ کے اکثر علاقوں میں بولی جاتی ہے۔

v۔ نیلی بار:

"بار" کا لفظی مطلب "جنگل" کے ہیں۔ دریائے ستلج اور دریائے راوی کے درمیان کے تمام شہر، قصبات، دیہات اور مواضعات نیلی بار کا علاقہ کہلاتے ہیں۔ نیلی بار ایک مخصوص خطے کے تاریخی، سیاسی، ثقافتی، تہذیبی اور اسلامی رجحانات کی عکاسی کرتا ہے۔

دریائے ستلج اور دریائے راوی کا درمیانی علاقہ سر سبز و شاداب ہے۔ دریائے ستلج کے نیلے پانی کی وجہ سے اِس علاقے کو نیلی بار کا نام دیا گیا۔ اِس خطے میں ضلع ساہیوال، ضلع اوکاڑا، ضلع پاکپتن اور ضلع وہاڑی کے شہر، قصبے اور چکوک شامل ہیں۔ گویا جغرافیائی اعتبار سے اوکاڑا، دیپال پور، ساہیوال، چیچہ وطنی، پاکپتن، عارف والا، وہاڑی اور بورے والا نیلی بار کے علاقے کہلواتے ہیں۔ ضلع ساہیوال، ضلع اوکاڑا، ضلع پاکپتن اور ضلع وہاڑی کے حوالے سے درج ذیل آراء بہت اہم ہیں:

گذشتہ کئی صدیوں تک دریائے ستلج اور دریائے راوی کے درمیانی علاقے، خطے اور رجواڑے پرانی تہذیبوں کا مرکز رہے ہیں۔ ساہیوال کے قرب و جوار میں موجود "ہڑپا" کے تمدنی و تہذیبی نقوش کو ماہرینِ آثارِ قدیمہ نے مصر، بابل اور سومیریا کی تہذیبوں کا ہم عصر قرار دیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ ہڑپا سے کھدائی کے دوران میں جو کتبے ملے ہیں جن کو اِس وقت تک صحیح طور پر پڑھا ہی نہیں جاسکا۔ البتہ نامور انگریز ریسرچ اسکالر گریرسن نے برصغیر کی زبانوں میں "لہندا" نامی ایک بولی کا ذکر کیا ہے جو ساہیوال، جھنگ اور فیصل آباد کے علاقے میں بولی جاتی تھی۔ (۳) اُن کے خیال میں "لہندا" اور پنجابی دو الگ زبانیں ہیں۔ جب کہ یہ دو علیحدہ زبانیں نہیں بلکہ مقامی بود و باش کے زیر اثر لہجوں میں آنے والی تدریجی تبدیلیاں ہیں۔ انھی لہجوں کا مرکزِ اتصال سلسلۂ چشتیہ کے معروف صوفی

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

شاعر و بزرگ فرید الدین گنج شکرؒ کے دوہے ہیں" جو ایک طرف برج بھاشا اور دوسری طرف پنجابی مزاج سے مربوط ہیں۔ (۴)

لسانی حوالے سے دیکھا جائے تو لفظ "اوکاڑا" کا ماخذ "اوکاں" ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اوکاڑا جس جگہ آباد ہے، یہاں ایک جنگل ہوا کرتا تھا جس میں زیادہ تر پودے "اوکاں" کے تھے۔ مسافر اکثر "اوکاں" کے اِن درختوں کی چھاؤں میں پڑاؤ ڈالتے۔ "اوکاں" کے درختوں کی وجہ سے یہ جگہ "اوکاں والا" اور پھر "اوکاں اڈہ" کے نام سے منسوب ہو گئی۔ بعد ازاں یہاں ایک "بستی" وجود پذیر ہوئی تو "اوکاں اڈہ" اوکاڑا کے نام سے موسوم ہوا۔ (۵)

> "پاکپتن کا معروف قدیمی نام اجودھن تھا، جس کے بارے میں بعض ہندو مورخین یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ رام چندر جی مہاراج نے سیتا مہارانی کو لنکا کے راجا راون سے آزاد کرنے کے بعد اِس قصبہ میں پناہ لی۔ چونکہ رام چندر جی مہاراج کے ایک بھائی کی اس علاقے میں حکومت قائم تھی اس لیے اس نے اپنے آباؤاجداد کی قدیم راجدھانی "اجودھیا" کے نام پر اس قصبہ کا نام اجودھن رکھا۔" (۶)

> "وہاڑی، ملتان سے تقریباً ۱۰۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ اِس ضلع کا زیادہ تر علاقہ دو دریاؤں ستلج اور راوی کے درمیان میں واقع ہے اِسی لیے یہ علاقہ نیلی بار بھی کہلاتا ہے۔ اس ضلع کی حدود جنوب کی طرف ضلع بہاولپور اور بہاولنگر سے ملتی ہیں، دریائے ستلج ان دونوں اضلاع کی حد بندی کا کام دیتا ہے، مشرقی طرف ضلع ساہیوال، شمال میں ضلع خانیوال اور شمال مغرب میں ضلع ملتان واقع ہے۔ وہاڑی کی شرقاً غرباً لمبائی ۸۰ میل اور شمالاً جنوباً چوڑائی ۴۰ میل بنتی ہے۔ اس کا کل رقبہ ۱۸۵۴ مربع میل ہے۔" (۷)

نیلی بار کا سارا علاقہ جنگلات پر مشتمل تھا۔ نیلی بار کی مٹی بڑی زرخیز ہے کیوں کہ یہاں زیادہ تر میدانی علاقہ ہے اور ہمالیہ سے چلنے والے دریاؤں کی مٹی بہہ کر اس علاقے میں آتی ہے جو اِس خطے کی زرخیزی کا باعث بنتی ہے۔

غزل، ایک معتبر و موٴقر صنف ہے۔ یہاں تک کہ اگر اُردو غزل کو اُردو شاعری کا مترادف کہا جائے تو بے جا نہیں ہو گا۔ اس سے پہلے کہ اُردو غزل کی روایت پر بات کی جائے اس کی تعریفات، ماہیت اور ہیئت کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ صاحبِ فرہنگ آصفیہ مولوی سید احمد دہلوی غزل کا مفہوم اِن الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"عربی اسم موئنث 'غزل' کے لغوی معانی معشوق یا محبوب کے ساتھ کھیلنا۔ عورتوں کے ساتھ بات چیت، جوانی اور ہم صحبتی کا ذکر۔ عورتوں کے عشق کا ذکر۔ وہ باتیں جو عورتوں کے عشق اور اُن کے وصف میں بیان کی جائیں۔ اصطلاح میں وہ نظم جس میں حسن و جمال، فراق و وصال، عاشق وصال و فراق کے خیالات کو وسعت دے کر دل کے ارمان یا غم کا بخار نکالے۔ غزل کے اشعار کم سے کم پانچ اور کثرت میں لا انتہا ہو سکتے ہیں مگر طاق ہونا شرط ہے۔ غزلیں سب بحروں میں کہی جاتی ہیں۔"(۸)

"نوراللغات" میں مولوی نورالحسن نیرؔ غزل کے مطالب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"غزل (عربی موئنث) لغوی معنٰی عورتوں سے باتیں کرنا۔ اصلاح میں وہ اشعار جنھیں حسن و عشق، وصال و فراق، ذوق، اشتیاق، جنون، یاس وغیرہ کی باتیں جو عشق سے متعلق کہی جائیں۔"(۹)

اوکاڑا میں اُردو غزل کی روایت

اوکاڑا، جغرافیائی، تاریخی اور ادبی لحاظ سے وسطی پنجاب کا بہت اہم شہر ہے۔ لاہور کے قریب ہونے کی وجہ سے اِسے "منی لاہور" کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

لسانی حوالے سے دیکھا جائے تو لفظ "اوکاڑا" کا ماخذ "اوکاں" ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اوکاڑا جس جگہ آباد ہے، یہاں ایک جنگل ہوا کرتا تھا جس میں زیادہ تر پودے "اوکاں" کے تھے۔ مسافر اکثر "اوکاں" کے اِن درختوں کی چھاؤں میں پڑاؤ ڈالتے۔ "اوکاں" کے درختوں کی وجہ سے یہ جگہ "اوکاں والا" اور پھر "اوکاں اڈہ" کے نام سے منسوب ہو گئی۔ بعد ازاں یہاں ایک "بستی" وجود پذیر ہوئی تو "اوکاں اڈہ" اوکاڑا کے نام سے موسوم ہوا۔

دریائے راوی کے کنارے دوآبہ کے دامن میں اوکاڑا واقع ہے۔ "نیشنل ہائی وے" پر واقع ہونے کی وجہ سے پاکستان کے چاروں صوبوں سے جڑا ہوا ہے۔ اوکاڑا کے قریب پنجاب کے بڑے بڑے شہر آباد ہیں۔ ساہیوال سے مشرق کی جانب کم و بیش تیس کلومیٹر، فیصل آباد کے جنوب میں ۱۰۰ کلومیٹر جب کہ لاہور کے جنوب مغرب میں کم و بیش ۱۱۰ کلومیٹر کے فاصلے پر پنجاب کا اہم شہر اوکاڑا واقع ہے۔

لاہور سے قربت نے اِسے ادبی زرخیزی عطا کی۔ اوکاڑا کے کئی ایک ادبا و شعرا نے اپنے تخلیقی اظہار سے دنیا بھر میں نام کمایا۔ اگر ہم اُردو غزل کے حوالے سے بات کریں تو اوکاڑا میں مقیم نیلی بار کے درج ذیل شعرا و

شاعرات نے دنیائے ادب کو اپنی طرف متوجہ کیا:

ان میں ظفر اقبال، اقبال صلاح الدین، ناصر شہزاد، سیّد مراتب اختر، آذر ہوشیار پوری، اسلم کولسری، احمد جلیل، سرور جاوی، احمد ساقی، رضااللہ حیدر، جاوید عارف، مسعود احمد اوکاڑوی، فضل احمد خسرو، محمد امین انجم، سخنور نجمی، علی اکبر ناطق، کاشف مجید، احمد کامران وغیرہ شامل ہیں۔

ساہیوال میں اُردو غزل کی روایت

گذشتہ کئی صدیوں تک دریائے ستلج اور دریائے راوی کے درمیانی علاقے، خطے اور رجواڑے پرانی تہذیبوں کا مرکز رہے ہیں۔ ساہیوال کے قرب و جوار میں موجود "ہڑپا" کے تمدنی و تہذیبی نقوش کو ماہرینِ آثارِ قدیمہ نے مصر، بابل اور سومیریا کی تہذیبوں کا ہم عصر قرار دیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ ہڑپا سے کھدائی کے دوران میں جو کتبے ملے ہیں جن کو اِس وقت تک صحیح طور پر پڑھا ہی نہیں جاسکا۔ البتہ نامور انگریز ریسرچ اسکالر گریرسن نے برصغیر کی زبانوں میں "لہندا" نامی ایک بولی کا ذکر کیا ہے جو ساہیوال، جھنگ اور فیصل آباد کے علاقے میں بولی جاتی تھی۔ (۱۰) اُن کے خیال میں "لہندا" اور پنجابی دو الگ زبانیں ہیں۔ جب کہ یہ دو علیحدہ زبانیں نہیں بلکہ مقامی بود و باش کے زیر اثر لہجوں میں آنے والی تدریجی تبدیلیاں ہیں۔ انھی لہجوں کا مرکزِ اتصال سلسلۂ چشتیہ کے معروف صوفی شاعر و بزرگ فریدالدین گنج شکرؒ کے دوہے ہیں" جو ایک طرف برج بھاشا اور دوسری طرف پنجابی مزاج سے مربوط ہیں"۔ (۱۱) اُردو کا جو قدیم نمونہ نظر نواز ہوتا ہے وہ فریدالدین گنج شکرؒ کے ہیں:

اٹھ فرید استیا جوں راکھا وچ جوار
جب تک ٹانڈا ناں گرے تب لگ کوک پکار
فریدا جے توں عقل لطیف ہیں، کالے لکھ نہ لیکھ
آنپڑے گریوان میں سرنیواں کر کے دیکھ (۱۲)

ساٹھ کی دہائی میں ساہیوال کی شاعری کو قومی سطح پر اہمیت ملنا شروع ہوئی۔ اس دور میں نہ صرف ساہیوال کے شعرا نے خود کو متعارف کروایا بلکہ ملکی سطح پر برتے جانے والے طرزِ سخن کو متاثر بھی کیا۔ اس عہد میں اردو غزل کی بساط پر جعفر شیرازی، منیر نیازی، بشیر احمد بشیر، اکرم قمر، ظفر اقبال، مراتب اختر، الف د نسیم، گوہر ہوشیارپوری، اسرار زیدی، یٰسین قدرت اور احسن شیرازی چھائے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جبکہ اردو نظم میں مجید امجد اپنے مخصوص لہجے کی ساحری سے ناصر شہزاد، محمود علی محمود، خورشید رضوی، اشرف قدسی، قیوم صبا، عباس

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اطہر، خالد طور، احمد ہمیش، کاظم بخاری، سعادت سعید، نذیر ناجی، سجاد میر، فہیم جوزی، ڈاکٹر محمد امین، قاضی حبیب الرحمن، طارق عزیز (نیلام گھر والے)، صفدر سلیم سیال، صابر سنجاہی، اور حامد جیلانی کو اپنا گرویدہ بنا چکے تھے۔

مصطفی زیدی اور مجید امجد روز گار کے سلسلے میں ساہیوال آئے تھے، ان کی آمد سے ساہیوال کی ادبی فضا میں فکر و فن کی ایک نئی لہر دوڑ گئی، "شہر غزل" میں ادبی و علمی سر گرمیوں کے حوالے سے یہ سنہرا زمانہ تصور کیا جاتا ہے۔ مصطفٰی زیدی ضلع ساہیوال میں بطور ڈپٹی کمشنر تعینات ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنی انتظامی کوششوں سے ساہیوال کی ادبی فضا میں تحرک پیدا کیا۔ لیکن گردشِ وقت نے جلد ہی انھیں اس طرف روانہ کیا جہاں ان کے قاتلوں کا سراغ بھی نہ مل سکا:

تتلیاں اڑتی ہیں اور ان کو پکڑنے والے
سعیٔ ناکام میں اپنوں سے بچھڑ جاتے ہیں
(مصطفی زیدی)

پاکستان میں کچھ اضلاع ایسے ہیں جن کی تاریخ اتنی پرانی ہے کہ بنی نوع انسان کو یقین نہیں آتا۔ ان میں ایک شہر پاکپتن بھی ہے۔

"پاکپتن کا معروف ترین نام اجودھن تھا بعض روایات کے مطابق اسے کٹورا بھی کہا جاتا تھا۔ جس کا پرانا نام اجودھن ہے، کی تاریخ ہزاروں سال پرانی ہے۔ اس وقت یہ ہندوؤں کا مقدس ترین شہر تھا، اجودھن کا ذکر ہندوؤں کی ۲۵ ہزار سال پرانی کتابوں میں ملتا ہے۔"(۱۳)

"یونانی مؤرخین کے مطابق اجودھن ۳۲۷ قبل مسیح میں مضبوط بنیادوں پر قائم ایک قصبہ تھا، اس میں آنے جانے کے چھ دروازے بنائے گئے تھے، سکندر اعظم جب ایشیا آیا تو دریائے ستلج کے ساتھ رہنے والوں نے دو بنیادی شہر بنا رکھے تھے، مؤرخین کو یقین ہے کہ ان میں سے ایک شہر پاکپتن بھی ہے اور دوسرا دیپالپور تاریخ کے واقعات کو الفاظ کی شکل میں دینے والے مؤرخین کا کہنا ہے کہ پاکپتن کا شہر ملکہ ہانس وہ جگہ ہے یہاں سکندر اعظم کو تیر یا برچھی لگی تھی۔"(۱۴)

ضلع پاکپتن میں اگر شاعری کی جڑوں کو تلاش کیا جائے تو زمانہ قدیم ے عنی بارہویں صدی عیسوی میں

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

سلسلہ چشتیہ کے مشہور و معروف بزرگ بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ (۱۱۷۴ءتا۱۲۶۵ء) کا نام پہلے شاعر کے طور پر سامنے آتا ہے جنھوں نے رشد و ہدایت کے لیے پنجاب کے شہر اجودھن (پاک پتن) کا انتخاب کیا۔ ان کے ملفوظات کے دو مجموعے "راحت القلوب" اور "اسرار الاولیا" کے نام سے منصہ شہود پر موجود ہیں۔ درج ذیل ریختہ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے نام سے ہی منسوب ہے:

وقتِ سحر، وقتِ مناجات ہے
خیز در آں وقت کہ برکات ہے

بابا فرید نا صرف پاک پتن کی تاریخ میں پہلے شاعر کی حیثیت حاصل ہے بلکہ اُردو کے ابتدائی شعرا میں بھی اُن کا نام شامل ہے۔ زمانہ قدیم کی اُردو کا نمونہ ملاحظہ ہو:

اُٹھ فریدا ستے اجوں راکھا وچ جوار
جب تک ٹانڈا نہ گرے تب لگ کوک پکار
فریدا جے تو عقل لطیف ہیں، کالے لکھ نہ لیکھ
آ نپڑے گریوان میں سرنیواں کر کے دیکھ

پاک پتن کے ادبی ورثے میں بابا فریدؒ کے بعد سب سے اہم نام سیّد وارث شاہؒ کا ہے جو ۱۸۲۳ء میں جنڈیالہ میں پیدا ہوئے۔ پھر انھوں نے شوقِ علم میں قصور کا سفر کیا کیوں کہ اس دور میں قصور کو علم اور تصوف کا گڑھ سمجھا جاتا تھا۔ وہاں انھوں نے مولوی غلام محی الدین اور مولوی غلام مرتضیٰ سے علم و معرفت کی منزلیں طے کیں۔ پاک پتن کے نواحی قصبے ملکہ ہانس کو اپنا مسکن بنا کر مشہور پنجابی عشقیہ داستان ” ہیر رانجھا“ تخلیق کی جس نے وارث شاہؒ کو شہرت کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔

پاک پتن کی شعری روایت میں تیسرا اہم نام صوفی ظفر شاہ بخاری سخن ڈبائیوی کا ہے جو ایک صاحبِ دیوان صوفی شاعر تھے وہ ۱۸۸۶ء میں پیدا ہوئے اور ان کا دیوان ”کلیاتِ سخن“ کے نام سے منظرِ عام پر آ چکا ہے:

یادِ محبوب نے ہستی کو بُھلا رکھا ہے
شوقِ دیدار نے وارفتہ بنا رکھا ہے

سرزمینِ پاکپتن سے تعلق رکھنے والے چراغ الدین محمد دائم، مرزا محمد سعید بیگ گرگانوی، شمیم قطبی دہلوی، چشتی کپور تھلوی اور اسلم ثاقب بھی عمدہ شاعر تھے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

وہاڑی: تاریخی پس منظر

وہاڑی کا لفظ ویہاسے نکلا ہے جس کے لفظی معنی رواں پانی کے ہیں۔ اس کے نام کے حوالے سے کہا جاتا کہ سوکھے ہوئے دریائے بیاس کو پنجاب کے لوگوں نے ویہاس کہا اور کثرت استعمال کی وجہ سے ویہاسے وہاڑی ہو گیا۔ وہاڑی کو یکم اپریل ۱۹۷۶ء میں ڈسٹرکٹ کا درجہ دیا گیا۔ ضلع میں تین تحصیلیں جن میں بورے والا، میلسی اور وہاڑی موجود ہیں۔ وہاڑی پاکستان کے تاریخی شہر ملتان سے تقریباً ایک سو اور لاہور سے تین سو کلومیٹر سکوائر کلومیٹر کے فاصلے پر موجود ہے۔ اس کا کل رقبہ ۴۳۶۵ سکوائر کلومیٹر ہے۔ بیسویں صدی کے شروع میں انگریزوں نے جن علاقوں کو آباد کیا تھا ان میں عارف والا، بورے والا اور وہاڑی شامل تھے اس لیے ان شہروں کا نقشہ ملتا جلتا ہے۔[۱۵]

ضلع وہاڑی کی معروف سیاسی شخصیات میں ممتاز دولتانہ، سعید خان مینس اور محترمہ تہمینہ دولتانہ شامل ہیں۔ میاں ممتاز دولتانہ وزیر اعلیٰ متحدہ مغربی پاکستان، ایم این اے سعید خان مینس سابق سپیکر پنجاب اسمبرلی اور ایم این اے محترمہ تہمینہ دولتانہ سابق وفاقی وزیر سائنس و ٹیکنالوجی رہ چکے ہیں۔ معروف شاعر عباس تابش کا تعلق بھی ضلع وہاڑی سے ہے۔ فائر فائٹر خاتون ریسکیو ۱۱۲۲ کی فائر فائٹر خاتون شازیہ پروین جنھیں ایشیاء کی پہلی فائر فائٹر خاتون ہونے کا اعزاز حاصل ہے ان کا تعلق بھی وہاڑی سے ہے۔[۱۶]

وہاڑی کے ادبی حلقوں میں قدیم و جدید شعرا کا ذکر آتا ہے ان میں پروفیسر غلا رسول انصاری، ڈاکٹر عبداللہ عظیم، عباس تابش، فرتاش سید، ڈاکٹر اکرم عتیق، تنویر سیٹھی، پروفیسر جعفر سلیم، کلیم شہزاد، الحاج رشید ارشد، اشفاق فروتن، محمود غزنی، صفدر حسین برق، اکرم باجوہ، مرید عباس خاور، پروفیسر مسعود ہاشمی، عبدالرحمٰن خالد، منظور احمد لالی، شفیق الرحمٰن، نذر حسین بھٹی، مجید سالک، شبیر جعفری، اسحاق جالندھری، افضل پارس، وحید احمد، بشارت علی، اقبال عاجز، جاوید جوئیہ، عمران فہیم، ریاض ہانس، لیاقت قمر، اشفاق احمد اشفاق، عزیز بھٹہ، سید محمد افضل ہاشمی، حسن طور، ڈاکٹر سلیم راؤ، نذر از فر، ڈاکٹر وسیم عباس، سید جمیل شاہ، ڈاکٹر نفیس ناطق، ریاض سرا، ادریس بادل، ناصر حجازی، شاہد صدیق واقف واہلہ، سید ناصر ہاشمی، ملازم حسین شیرازی، رانا اصغر علی، برکت اللہ برکت، جب بلال ڈاھا، رجب علی، نوید شہزاد، نور خاں نور، ڈاکٹر نیئر صمدانی، نعمان ساجد، نذیر عابد، واثق نظامی، محمد اسلم مصور، مظہر شہزاد بھٹی، محمد قمر عالم، پروفیسر مجاہد سجاد، حاجی ممتاز، ڈاکٹر محسن رضا، معین نجمی، مجید خاور، محمد ارشد قریشی، مظہر حسین مظہر، رانا ایم ساجد گل رابیل، کاشف ساجد، قمر ساجد، قربان قاصر، قمر عدی، فیصل ہاشمی، علی حسین جاوید عمران حیدر مظہر، عزیز اللہ عابد، علی محمد موک، سید طالب حسین قادری، ضمیر حسین ضمیر، صفدر رشید،

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

رانا صغیر آزاد، شہزاد امین واصف، شاہد قمر عاصی، شہزاد راؤ، ندیم حیدر، سید وقاص سعید، خضر حیات، مقصود احمد مقصود، شیخ محمد طلحہٰ نعمان ساجد، فیصل رحمان، ساجد جکھڑ، رمضان خیال، اللہ رکھا قرار، عمران عباسی، فیضان کمال، مقصود، یعقوب ساحر، امتیاز عاجز، رضا ٹوانہ، سید نجم نعمانی، فرمان علی ارمان اور بلال راشد وغیرہ کے نام سامنے آتے ہیں اور خواتین شاعرات میں عمرانہ جبیں، شمیم جیلانی، فرح کرن، شاہین غزل، غزالہ انجم اور طاہرہ عروج وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔(۱۷)

اس کے علاوہ عرفان شہود کا نام قابل ذکر ہے۔ جنھوں نے "باونی" سفر انچہ کی شکل میں نثر کی کتاب تخلیق۔ علاوہ ازیں شفیق الرحمٰن الہ آبادی، علی حسین، سید ناصر ہاشمی، حسن طور، اشفاق احمد اشفاق، الحاج رشید ارشد، سید محمد افضل ہاشمی، سید وقاص سعید، ڈاکٹر سلیم راؤ اور خالد منیر کے نام سر فہرست ہیں، جنھوں نے شاعری کے ساتھ ساتھ نثر پر بھی کام کیا ہے۔(۱۸)

حوالہ جات

۱۔ محمد لطیف، سید، تاریخ پنجاب، لاہور: تخلیقات، ۱۹۹۴ء، ص: ۵۸

۲۔ ایضاً، ص: ۳۹

۳۔ مجید امجد، اسرار زیدی، مرتبین: شہر غزل، منٹگمری: بزم فکرِ وادب، ۱۹۵۹ء، ص: ۴

۴۔ محمود شیرانی، حکیم، پنجاب میں اردو، لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۷۶ء، ص: ۲۱۲

۵۔ گزیٹیئر منٹگمری، ۸۴۔۱۸۸۳ء، ص: ۱۸۰

۶۔ اللہ بخش، تاریخ پاکپتن، ص: ۳۹

۷۔ کلیم شہزاد، ضلع وہاڑی: تاریخ، ثقافت، ادب، لاہور: پنجابی ادبی بورڈ، ص: ۲۳۔۲۲

۸۔ احمد دہلوی، سید، مولوی، فرہنگِ آصفیہ، جلد سوم و چہارم، لاہور: مطبوعہ اُردو سائنس بورڈ، طبع دوم، ۱۹۸۷ء، ص: ۳۰۶

۹۔ نیئر، نورالحسن، مولوی، نوراللغات، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء، ص: ۵۸۴

۱۰۔ مجید امجد، اسرار زیدی، مرتبین: شہر غزل، منٹگمری: بزم فکرِ وادب، ۱۹۵۹ء، ص: ۴

۱۱۔ محمود شیرانی، حکیم، پنجاب میں اردو، لاہور: مجلسِ ترقی ادب، ۱۹۷۶ء، ص: ۲۱۲

۱۲۔ فریدالدین، گنج شکرؒ، کلام فرید، لاہور: مکتبۂ دانش، ۱۹۷۶ء، ص: ۸۴

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

۱۳۔ وکی پیڈیا، یکم مئی ۲۰۲۱ء، وقت ۹:۵۴ PM

۱۴۔ ایضاً

15. www. vehari.com.pk

16. www.vehari.com.pk

۱۷۔ ندیم اکبر، ڈاکٹر، ادب اجالا، وہاڑی: فائن پرنٹنگ سروس، ۲۰۱۹ء، ص:۸۔۷

۱۸۔ ندیم اکبر، ڈاکٹر، ادب اجالا، وہاڑی: فائن پرنٹنگ سروس،